علم اور اہل علم کا مقام

حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پہلے صدر، دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ حدیث، علم کے بحر بے کنار اور جملہ علوم وفنون اسلامیہ کے ماہر تھے۔ بہاول پور قیام کے دوران آپ باقاعدگی سے درس قرآن دیتے رہے۔ ذیل میں آپ کا ایک بیان شامل اشاعت کیا جارہا ہے، جو آپ نے دارالعلوم مدنیہ میں ۶ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۲ء کو ارشاد فرمایا، اور جسے آپ کے معتقد خاص جناب مرزا محمد حسن چغتائی مرحوم نے نقل کیا۔ ترتیب وتہذیب راقم الحروف نے کی ہے۔ (مدیر)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات......

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

انسان کی اصل قیمت:

یہ قرآن پاک کی ایک مختصر آیت ہے۔ اس میں صرف دو چیزوں کا بیان ہے۔ اور یہی دو چیزیں انسان کی اصل قیمت ہیں۔ انسان سب برابر نہیں۔ اسلامی قانون میں تو سب برابر ہیں۔ لیکن قیمت میں سب برابر نہیں۔ جیسے بے شمار پتھر ہیں، کوئی لعل، کوئی یاقوت، کوئی ہیرا...... قیمت برابر نہیں۔ انسان سب برابر ہیں، لیکن قیمت اور وہ بھی کس کے ہاں؟...... جو انسان کا بنانے والا رب العالمین ہے۔ انسانوں کے ہاں کوئی درجہ نہیں رکھتا، خواہ انسانوں میں قیمتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قیمت بتائے ہونے کا اثر دنیا، قبر، آخرت میں سب جگہ ہے، جو بے قیمت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت قبر، حشر میں نہیں ہے۔ دنیا کے انسانوں میں کسی کو بلند کہا گیا، کوئی ادنیٰ کہلایا، دولت کے اعتبار سے کوئی کروڑ پتی بڑا آدمی ہے۔ جو غریب آدمی ہے وہ نیچے والا ہے۔ بعض انسانوں نے شریف ورذیل، ادنیٰ واعلیٰ کی تخصیص دولت کے ترازو سے کی ہے...... یہ غلط ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس لیے مسلمان یاد رکھیں کہ جو ہمارا اللہ فیصلہ کرتا ہے، وہ ہمارا فیصلہ ہے۔ اللہ کس کو عزت والا اور کس کو بے عزت کہتا ہے، یہ اصل ہے۔ دولت اور بے دولتی کوئی چیز نہیں۔

2

اللہ تعالیٰ کے ہاں کون محبوب ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''بہت مرتبہ ایک غریب آدمی جو ہمیشہ پیدل چلتا ہے اور بغیر صابن دھلے غبار آلود کپڑے پہنتا ہے، ملاقات کوئی نہیں کرتا اس سے، لو اقسم علی اللہ اگر وہ غریب شخص خدا کی نسبت قسم کھائے تو ضرور خدا اس غریب کے کہنے کے مطابق کام کرے گا۔ دنیا کی نگاہوں میں ذلیل، تہی دست، بے سرمایہ ہو، اللہ کے ہاں اتنا مقبول ہو، اللہ دیر لگائے بغیر ویسا ہی کرے۔ عزت اور بے عزتی کی دنیوی تقسیم غلط اور بے معنی ہے۔ میں پوچھوں کہ موسیٰ یا فرعون، ہارون یا قارون میں عزت مند کون ہے؟ دولت والا عزت دار نہیں ہے۔ اگر یہ بات ہو کہ دولت سے عزت ہے تو سب انبیاء علیہم السلام بغیر دولت کے تھے۔ ان کے مخالف دولت مند، سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔

دوسرا معیار یہ کہ لوگوں نے حکومت اور اقتدار کو بڑائی اور عزت کا موجب بنایا۔ ہر آدمی حکومت والے سے کانپتا ہے۔ اس کی عزت کرتا ہے، اچھا کھانا کھلاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے عزت کا معیار کیا ہے؟...... یاد رکھو! کہ حکومت کو بہت وبال ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق بیان کروں گا، مجدد...... دین کو زندہ کرنے والا ہر صدی میں آتا ہے۔ اس امر پر اتفاق ہے کہ پہلی صدی کے مجدد وہ ہیں، اور آپ کے پہلے والے بادشاہ عبدالملک کی بیٹی فاطمہ ان کے گھر میں تھی، یہ اس کے بھتیجے تھے، عبدالعزیز کے فرزند تھے۔ تیونس سے کاشغر تک سلطنت تھی۔ جب بیعت خلافت ہوئی تو گھر میں آئے، جوانی کی عمر تھی، بیوی خوبصورت، پرہیزگار، نوجوان تھی۔ اس کا بیان ہے کہ جب سے اس نے خلافت اختیار کی ہے میرے نزدیک نہیں آیا، رات بھر گریہ کرتا ہے اور دن کو حکومت کا کام کرتا ہے۔ خوفِ خدا کی وجہ سے تقویٰ کا یہ مقام تھا کہ سرکاری بیت المال میں (جو آج کل اپنی ملکیت سمجھا جاتا ہے) کہیں سے مُشک آیا، اُسے خزانہ میں داخل کرنا تھا، کسی کو حکم نہ دیا۔ خود تولنے لگے، ناک پر کپڑا لپیٹا، کسی نے پوچھا کہ کپڑا کیوں لپیٹا؟ کہا کہ اس کی خوشبو کو روکتا ہوں کہ یہ مال میرا نہیں، عام لوگوں اور رعیت کا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا میرے لیے حرام ہے۔ فرمایا کہ اجازت لیے بغیر کیسے سونگھ سکتا ہوں۔ اس لیے پٹی باندھی ہے کہ خوشبو نہ پہنچے۔ وہ بہت بڑے عالم بھی تھے۔ اور حکومت کے معیار کو سمجھتے تھے۔

صدر ایوب کا قصہ:

کسی الیکشن کے زمانے میں صدر ایوب یہاں (بہاول پور) آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ افغانی مجھ سے ملے۔ مجھے اسٹیشن لے جایا گیا، گاڑی کے سامنے سیڑھی رکھی ہوئی تھی، نیچے اتر کر مجھے خود اندر لے گئے۔ میں نے پہلی بات اُن سے اردو میں کی جو سخت بات تھی اور اس سے بھی زیادہ سخت پشتو میں کی۔ وہ ایک

جبار وقہار صدر تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ میری اور آپ کی دو حیثیتیں ہیں، آپ صدر ہیں اور میں رعایا کا ایک فرد ہوں۔ میں آپ کی جائز بات کی اطاعت کر سکتا ہوں۔ لاکھوں لوگ مجھے عالم سمجھتے ہیں اور آپ ایک امتی ہیں، امت، عالم کی پابند ہے کہ اس کی اطاعت کرے۔ میں اسوقت جو گفتگو کروں گا، وہ ایک عالم اور نائب رسول کی حیثیت سے کروں گا۔ اس لیے اگر تلخی ہو تو دل میں نہ لائیں۔ آپ کو اللہ نے ایسے منصب پر رکھا ہے کہ آپ کی زبان کی ایک جنبش سے بارہ کروڑ نیکیاں پیدا ہوتی ہیں اور آپ کے قلم کی ایک حرکت سے بھی بارہ کروڑ نیکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ دوسری صورت میں ایک سیکنڈ میں بارہ کروڑ برائیاں بھی پیدا ہوتی ہیں...... من احیٰ سنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد الخ جو کوئی نیکی کے کام کا موجب بنے، اس کے اعمال نامے میں بارہ کروڑ نیکیاں اور جو برائی کے کام کا موجب بنے اس کے نامہ اعمال میں بارہ کروڑ برائیاں ایک سیکنڈ میں درج ہوتی ہیں۔ جواب میں اُس کا پہلا جملہ یہ تھا کہ ''آپ جیسے بزرگ موجود ہیں تو اسلام چلے گا، انگریزی راج کی وجہ سے لوگ ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ آہستہ آہستہ سیدھا کرنا پڑے گا۔'' میں نے کہا کہ صدر ماحول ساز ہوتا ہے، ماحول میں بہتا نہیں ہے۔ صدر خود ٹھیک ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائیں گے۔

قیمت یا بے قیمت ہونا نیکی بدی کے سبب ہے:

جو لوگ حکومت کو مدار سمجھتے ہیں، اصل میں قیمت، بے قیمت ہونا نیکی بدی کے سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منصور عباسی نے جب حضرت ابو حنیفہ کو عہدہ ایسی سلطنت کا پیش کیا کہ جس میں سورج غروب نہ ہوتا تھا، لیکن امام صاحب نے بوجہ تقویٰ کے قبول نہ کیا، کہ ایک معمولی لغزش سے لاتعداد برائیاں نامۂ اعمال میں درج ہونے کا اندیشہ تھا۔ دودھ پلانے میں ماں اچھی لگتی ہے، چھڑانے میں بُری لگتی ہے۔ اسی طرح سے حکومت کے عہدے کا حال ہے جو بدنامی اور قبر کے عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ رنگ اور ملک کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں۔ ایک مٹکا خواہ یورپ کی مٹی کا ہو یا حیدر آباد کا اس میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ جل شانہ نے آسان الفاظ میں فرمایا کہ انسان کا چمڑہ، گوشت، خون ہڈکھیاں ہیں۔

مومن غیر مومن سے بہتر ہے:

اللہ تعالیٰ نے ایمان والے کا درجہ بلند کیا ہے۔ تو مومن غیر مومن سے بہتر ہے۔ دین جاننے والا نہ جاننے والے سے بہتر ہے، عالم غیر عالم سے بہتر ہے، جن کو دین کا علم عطا ہوا ہے، وہ بڑھ کر ہے۔ حقیقتاً دیکھو تو علم دین ہی سے ایمان سیکھا جاتا ہے۔ جو بے علم ہے، وہ کفر و اسلام میں کیا فرق کرے گا؟۔ علم دین سے اس قدر دوری ہو گئی ہے کہ اسلام اور ایمان کی تعریف کا پتا نہیں لگتا۔ دیکھیے! علم دین سے کس قدر دوری ہو گئی ہے، علم دین ہی ایمان سکھاتا

ہے۔حکومت کو کچھ احساس ہوا تو ایم اے اسلامیات کی ڈگری قائم کی، اس کے داخلہ کا انٹرویو ہوا۔ایک صاحب جو سابق زمانے کے ایل ایل بی تھے، پیش ہوئے۔ پوچھا گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کہاں ہوئی؟ تو کہا سیالکوٹ میں......انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔دوسرا سوال تھا کہ بی بی فاطمۃ الزاہراء کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ ہے؟ جواب تھا کہ پھوپھی زاد بہن ہے۔ یہ ہے ایسی تعلیم جس پر ہماری بے بہا رقم خرچ ہو رہی ہے اور اعلیٰ ڈگری کا یہ انجام ہے۔ یہ لوگ علماء اور مولویوں پر تنقید کرتے نہیں تھکتے۔علماء کی صحبت میں دس منٹ بسر کرنے والا بھی ایسی غلطی نہیں کرسکتا۔عالم کا درجہ پیغمبر کے بعد دوسرا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا سنت پرعمل کی وجہ سے مقام:

گنگوہ کے ایک صاحب حج کرنے گئے۔ مدینہ منورہ میں خواب میں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی،فرمایا کہ کہاں کے رہنے والے ہو۔ بتایا کہ گنگوہ کا ہوں۔حکم دیا کہ رشید احمد کو میرا سلام کہنا۔اس کی پہلے ان سے ملاقات نہ تھی۔اب وہ اپنی قسمت پر نازاں تھا کہ پیغام سلام پہنچائے گا۔حج سے واپسی پر جب گھر پہنچا۔تو مولانا کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔جس وقت پہنچا مولانا اس وقت نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے باہر نکلنے والے تھے۔ وہ کچھ علم بھی رکھتا تھا۔دل ہی دل میں سوچا کہ دیکھنا چاہیے کہ سنت پر ان کا کتنا عمل ہے؟...... چوں کہ ہدایت ہے کہ مسجد سے جو آدمی باہر نکلے، بایاں پاؤں باہر پہلے نکالے،لیکن جوتے میں نہ ڈالے۔پھر دایاں پاؤں نکال کر جوتے میں ڈالے اور پھر بایاں پاؤں جوتے میں ڈالے۔وہ امتحان کرنا چاہتا تھا۔چوں کہ مولانا سنت کی پابندی کے مستقل عادی تھے۔اس نے دیکھا کہ انہوں نے معمول کے مطابق سنت پر عمل کیا۔جبکہ مولانا کو اس کے امتحان لینے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔وہ ان کے عمل کو دیکھ کر کافی متاثر ہوا۔اور مولانا کے پیچھے ہولیا۔مولانا نے اسے اپنے ساتھ آتے دیکھتے ہوئے دریافت کیا کہ کچھ کام ہے؟......تو باادب ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔ مولانا پیغام سن کر کانپ گئے اور رونا شروع کردیا۔

حکیم نابینا دہلی والے کا قصہ:

مولانائے موصوف کے ایک قابل قدر شاگرد گزرے ہیں حکیم عبدالمجید دھلی والا، نابینا تھے۔وہ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔وہاں کچھ عرصہ تعلیم بھی پائی۔جب دارالعلوم میں پڑھتے تھے، اُن کے ہمیشہ اوّل نمبر آتے رہے۔ایک انگریز سیاح لکھتا ہے کہ میں نے اس دارالعلوم میں ایک عجیب کرامت دیکھی کہ ایک نابینا شخص ہے، وہ طالب علموں کو اقلیدس کی مشکل اشکال کی مشق کراتا ہے۔کہا کہ اقلیدس کی شکلیں سامنے رکھ کر وہ بغیر آنکھوں کے سمجھاتا ہے، پُشت پر شکل بناتا ہے، خط انگلیوں سے کھینچتا ہے اور طالب علم اس کی بات کو سمجھتے ہیں۔وہ کہتا ہے کہ یورپ بھر

میں اس نے ایسا کمال کہیں نہیں دیکھا۔

حکیم صاحب مولانا گنگوہی کی خدمت میں آئے اور عرض کیا حضرت! میں نابینا ہوں۔علم دین تو میں نے پڑھا ہے۔اور آپ سے بیعت بھی ہوں۔روٹی کمانے کے لیے میں نے طب پڑھی ہے۔لیکن طب کا انحصار تو آنکھ پر ہے کہ تشخیص مرض اس کے بغیر ناممکن ہے۔کیسے کام چلے! فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں۔چناں چہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بعد دعا کے فرمایا کہ نبض شناسی میں اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ درجہ کی مہارت عطا فرمائے گا۔چناں چہ حکیم عبدالمجید نابینا کی اس قدر شہرت ہوئی کہ دور دراز سے لوگ آ کر فیض یاب ہوتے رہے۔

میں نے خود اپنے ایک شاگرد کو جو قاسم العلوم میں شیخ الحدیث ہیں (حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۷۰ھ تا ۱۴۰۰ھ) اُن کے پاس بھیجا۔اس نے بیان کیا کہ انگلی لگا کر ہاتھ ہٹا لیتے تھے۔باپ کی نبض دیکھ کر بیٹے کی بیماریاں بیان کر دیتے تھے، بلکہ سارے خاندان کے حالات اور علاج بتا دیتے تھے۔بھائی کی نبض دیکھ کر غیر حاضر بھائی کا کامیاب علاج ہو جاتا تھا۔

ایک وائسرائے ہند بیمار تھا اور معالجہ سے مایوس ہو گیا۔یورپ سے بھی ناکام واپس آیا۔دھلی میں اُس کے ایک سکرٹری نے انہیں حکیم نابینا کی بابت بتایا۔اس نے انہیں بلوانے کی بابت کہا۔سکرٹری نے کہا کہ وہ یہاں نہ آئے گا، آپ کو جانا ہوگا۔چناں چہ وائسرائے خود اُن کے مطب میں آیا۔دریافت کیا کہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ وائسرائے ہیں۔اس کی نبض پر انگلی رکھی۔اور منشی کو نسخہ لکھوانے لگے۔نسخہ لکھوا کر اور ترکیب درج کر کے سیکرٹری کو معالجہ کے بارے میں ہدایات دیں۔اور یہ بھی کہا کہ اس نسخے پر اڑھائی آنے خرچ آئیں گے، وائسرائے نے سن کر کہا کہ عجیب بات ہے۔اس سے کیا ہوگا۔نسخہ ابھی حکیم صاحب کے ہاتھ میں تھا، وائسرائے کی بات سن کر اس کو پھاڑ ڈالا۔اور کہا کہ ٹھیک کہا کہ اس سے کیا بنے گا اور اس کی ہسٹری بیان کرنا شروع کر دی۔کہ فلاں وقت یہ تکلیف ہوئی، اس کا یہ علاج ہوا۔پھر فلاں تکلیف ہوئی، اس کا فلاں علاج ہوا۔اور پھر آخر وقت تک کی ہسٹری بلا توقف بیان کرتے چلے گئے۔وائسرائے شرمندہ ہوا کہ ہسٹری لفظ بہ لفظ صحیح تھی۔سکرٹری نے کہا اب چلو، یہ نسخہ اب نہ لکھیں گے، سفارش کرا کے لکھوائیں گے۔چناں چہ دوسرے روز منت سماجت سے نسخہ لکھ دیا۔اور اس سے شفایابی ہوئی۔

ایمان اور عمل صالح کے لیے دنیا میں بھی علم کی ضرورت ہے۔انتم الاعلون ان کنتم مومنین ......
اب ہمیں 70ء میں ایمان کی کمی سے شکست ہوئی۔65ء میں ایمان کی کمی نہ تھی فتح نصیب ہوئی۔دین سیکھنا تو ضروری ہے۔ایمان کی قوت سے ہم نے پاکستان حاصل کیا، علم کی بھی ضرورت ہے۔یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم اور ضروری ہیں۔

طالب علم کا مقام:

یہ خدمت حکومت سے اللہ لینا پسند نہیں کرتا، یہ خدمت دین کی اللہ تعالیٰ غریب اور متوسط لوگوں سے لیتا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ حدیث پڑھا رہے تھے، سخت بارش ہوگئی، طلبہ سب اندر بھاگ گئے۔ حضرت نے سب کی جوتیاں اٹھائیں، چادر میں ڈال کر اندر لے گئے۔ شاگرد یہ دیکھ کر خفیف ہوئے۔ فرمایا کہ وہ حدیث نہیں پڑھی کہ طالب علم کا کیا حال ہے۔ سمندر کی مچھلیاں اور بلوں کی چونٹیاں طالب علم کے لیے مغفرت کی دعائیں کریں گی۔ اور فرشتے اپنے پَر ان کے لیے بچھاتے ہیں۔ کسی گھر میں طالب علم کی روٹی مقرر تھی۔ ایک صاحب روٹی لے کر آئے۔ اس پر کپڑا (رومال) نہ تھا، مولانا گنگوہیؒ نے پوچھا کہ یہ کس کے گھر سے آئی ہے۔ بتایا گیا۔ تو فرمایا کہ یہ اُنہیں واپس کردو۔ آئندہ سے میرے گھر سے لیا کرو۔ اس گھر والی نے خود آخر عذر کیا کہ یہ کیا ہوا، ہمیں محروم کردیا گیا۔ توبہ کرتی ہوں۔ آئندہ روٹی ہمیشہ عزت واحترام سے دیا کروں گی۔ مولانا نے اسے معاف کردیا۔ اور روٹی اس کے گھر سے آنے لگی۔

ایک گھسیارے کا قصہ:

دارالعلوم دیوبند کے سامنے جس گھر میں، میں رہتا تھا، اس کے نیچے ایک گھاس والا رہتا تھا، میں جب اوپر سے اترتا، تو اس سے باتیں کرتا۔ بچا کھچا کھانا اسے دے دیتا۔ کچھ رقم سے بھی خدمت کرتا۔ اس نے ایک دفعہ بتایا کہ گھاس کا محصول میونسپلٹی اس قدر لیتی ہے کہ جس گھر میں اتنے بچے ہوں، تمام دن محنت کرکے بھی کمیٹی کو حصہ دے کر اپنا گزارہ نہیں کرسکتا۔ غریبوں کو اس سے مستثنیٰ ہونا چاہیے۔ میں اپنے بچے کھچے پیسوں سے چھ آدمیوں کا گزارہ چلاتا ہوں۔ اور دارالعلوم کے ایک طالب علم کو کھانا بھی دیتا ہوں۔ ہمارے دادا نے بھی ایک آدمی کا کھانا مقرر کیا ہوا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس نے وصیت کی کہ مہمانی طالب علم کی جاری رہے۔ میرا باپ بھی دیتا رہا، میں بھی دے رہا ہوں۔ انگریزی تعلیم نے اب محبت کم کردی ہے۔ میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں مہمان تھا، عید بقر کا دن تھا، ایک شخص نے ٹیلی فون کیا کہ 200 کھالیں جمع ہیں، آدمی بھجوادو۔ ناظم صاحب نے کہا کہ شکریہ! آپ نے کسی پر احسان نہیں کیا کہ مدرسے کو دے رہے ہو۔ ادھر آپ نے نیت کی، ادھر وہ آخرت میں پہنچ گئیں۔ بھائی ہم تو کوئی آدمی نہ بھیجیں گے۔ اگر پہنچانا ہو تو خود یہاں پہنچاؤ۔ چناں وہ ٹرک پر لاد کر لے آیا اور دے گیا۔

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علیٰ المرسلین۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔